سوال نمبر2(الف) (i) س: "نانی بستی کی ----- نام کیا تھا؟"

ج- نانی بستی کی بہن :-

نانی بستی کی سگی چھوٹی بہن کا نام انجم تھا جس سے وہ ملنے میرٹھ جانا چاہتی تھیں-

سوال نمبر 2 (الف) (II) س: "نانی بستی کی ۔۔۔ بیاہی ہوئی تھی؟"

ج۔

ج۔ نانی بستی کی سگی چھوٹی بہن میرٹھ میں بیاہی ہوئی تھی اور اُس سے ملے اُن کو کافی عرصہ ہو چکا تھا۔

سوال نمبر2(الف)(iii) س: "نانی بستی اپنی ۔۔۔۔۔۔ ملنا چاہتی تھی؟"

ج۔ نانی بستی کو اپنی چھوٹی بہن سے ملے کافی عرصہ گزر گیا تھا۔ جب اُن کو شادیوں میں بلایا وہ تب بھی نہ گئیں۔ اُن کی ملاقات کو کافی وقت ہو چکا تھا اور نانی بستی کا جی چاہتا تھا کہ اُسے ملیں اور اُس کا حال احوال پتا کر کے آئیں۔

حصہ (دوئم)

سوال نمبر2(الف) (iv) س: "شکرم سے ۔۔۔۔ وضاحت کریں ۔"

ج ۔ شکرم :۔

شکرم سے مراد وہ چھوٹی سی گاڑی ہوتی ہے جسے گھوڑوں کے ذریعے چلایا جاتا ہے ۔ پرانے وقتوں میں لوگ شکرم کے ذریعے سفر کیا کرتے تھے ۔

سوال نمبر2(الف) (۷) میں: "اِس عبارت کا خلاصہ تحریر کریں۔"

ج۔ خلاصہ:-

نانی بستی کو اپنی چھوٹی بہن، جو میرٹھ میں بیاہی ہوئی تھی، اُسے ملے
کافی عرصہ ہو چکا تھا اور وہ اُس سے ملنا چاہتی تھیں۔ اُنھوں نے اپنے بیٹے
سے اِس خواہش کا اِظہار کیا، تو بیٹے نے اُنھیں مشورہ دیا کہ دھوئیں کی
گاڑی یعنی ریل سے سفر کر کے میرٹھ جائیں، جس پر نانی بستی نے تعجب
کا اِظہار کیا۔

سوال نمبر2(الف) (vi) س: "دھوئیں کی گاڑی ۔۔۔ مُراد ہے؟"

ج ۔ دھوئیں کی گاڑی:-

دھوئیں کی گاڑی سے مُراد ریل گاڑی ہے ۔ جب ریل گاڑی کے چلنے کے ابتدائی دِن تھے، تو لوگ اِسے دھوئیں کی گاڑی کے نام سے پکارتے تھے ۔

سوال نمبر2(الف)(vii) "دھوئیں کی گاڑی --- کیا وجہ تھی؟"

ج- جب نانی بی کے بیٹے نے اُنھیں دھوئیں کی گاڑی سے سفر کا مشورہ دیا تو اُنھوں نے اِنکار کر دیا۔ وہ یہ سمجھیں کہ دھوئیں کی گاڑی میں چولہے سلگتے ہیں اور اِس میں سفر کرنے سے اُن کی آنکھیں پھوٹ جائیں گی۔ وہ نہیں جانتی تھیں کہ ریل گاڑی کو دھوئیں کی گاڑی کہتے ہیں۔

سوال نمبر2(الف)(viii) ________________

حصہ (دوئم)

سوال نمبر 2 (ب) (ا) س: "شاعر کے مطابق ------ اور قرار آگیا؟"

ج - پہلے شعر میں شاعر کہنا چاہ رہے ہیں کہ غریبوں کی جان کو اور یتیموں کے دِل کو قرار اور سکون آگیا ہے۔ یعنی شاعر نے اِس شعر میں حضور ﷺ کی آمد کی طرف اِشارہ کرکے کہا ہے کہ اُن کی آمد سے سب مظلوموں، یتیموں اور غریبوں کو سکون حاصل ہو گیا ہے اور اُنھیں رہنمائی مِل گئی ہے۔

سوال نمبر2(ب) (II) س: "شاعر کے ہاں مصیبت ۔۔۔ وجہ کیا ہے؟"

ج - شاعر دوسرے شعر میں دراصل کہنا چاہ رہے ہیں کہ جب اللہ کی معرفت پانے کی اور اُس کی رضا حاصل کرنے کی آرزو انسان کے دل میں جاگ جائے اور اُس کی رہنمائی کرے تو مصیبت بھی راحت فزا ہو جاتی ہے، یعنی آسان ہو جاتی ہے۔

سوال نمبر2(ب) (iii) میں: " پھولوں کا رنگ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ وضاحت کریں۔"

ج - شاعر اِس شعر میں اپنے محبوب کی ہنسی کی تعریف کرتے ہوئے کہہ رہا ہے کہ آج ایسا لگ رہا ہے جیسے میرے محبوب کی ہنسی کھلے ہوئے پھولوں کی مانند ہو - ترو تازہ پھولوں کا کھلا ہوا رنگ دیکھ کر شاعر کو اپنے محبوب کی خوبصورت ہنسی کی یاد آ گئی -

سوال نمبر2(ب) (iv) س: " کالی چٹانوں کے ---- کے امانت دار ہیں؟"

ج۔ شاعر کہہ رہے ہیں کہ درۂ خیبر کی اردگرد پھیلی ہوئی کالی چٹانیں اور خشک پہاڑ یہاں پر ہونے والی تمام جنگوں اور خونی واقعات کے شاہد اور امانت دار ہیں۔ مختلف تہذیبوں، قوموں اور مذاہب کے عروج وزوال کی داستانیں درۂ خیبر کے بلند و بالا پہاڑوں کے سینوں میں دفن ہیں۔

سوال نمبر2(ب) (۷) س: "پانچویں شعر کا مفہوم تحریر کریں۔"

ج۔ اِس شعر میں شاعر لاری کی خراب حالت بیان کرتے ہوئے کہہ رہا ہے کہ حالانکہ لاری پہ لکھا تھا "اللہ نگہبان" مگر اُس کے باوجود لاری کی حالت اتنی خراب تھی کہ راستے میں ہر مصیبت کا اِمکان تھا کہ لاری کسی بھی وقت رُک سکتی ہے یا کسی حادثے کا شکار ہو سکتی ہے۔

حصہ (دوئم)

سوال نمبر 2 (ج) (ا)

" شکاری نے شیر مارا ۔ "

ج ۔ یہ جملہ فعلیہ ہے ۔

ترکیب نحوی :۔

شکاری ۔ فاعل (مسند الیہ)

نے ۔ علامتِ فاعل

شیر ۔ مفعول

مارا ۔ فعل (مسند)

سوال نمبر2(ج) (II) س: "مقطع کی - - - - مثال بھی دیں ۔"

ج - **مقطع** :- مقطع کے لفظی معنی ہیں "کاٹنا یا ختم کرنا" ۔ شاعری کی اصطلاح میں غزل یا قصیدے کا آخری شعر جس میں شاعر اپنا تخلص استعمال کرے مقطع کہلاتا ہے ۔ مقطع ہونے کی دو شرائط ہیں کہ آخری شعر ہو اور شاعر کا تخلص استعمال ہوا ہو ۔

مثال :-

مثال کے طور پر:

کعبے کس منہ سے جاؤ گے غالبؔ
شرم تم کو مگر نہیں آتی

سوال نمبر2(ج) (III) س: "استعارہ سے ۔۔۔۔۔ مثال بھی دیں۔"

ج۔ **استعارہ**: استعارہ کے لغوی معنی "اُدھار لینے" کے ہیں۔ اِس میں لفظ اپنے مجازی معنوں میں اِس طرح اِستعمال ہوتا ہے کہ حقیقی اور مجازی معنوں میں تشبیہ کا تعلق ہوتا ہے۔

ارکان: اِس کے تین ارکان ہیں: (۱) مستعار لہ (۲) مستعار منہ اور (۳) وجہِ جامع۔ پہلے دو ارکان کو طرفینِ اِستعارہ کہتے ہیں۔

مثال:

• ماں نے کہا میرا چاند سو رہا ہے۔

اِس مثال میں "بیٹا" "مستعار لہ" ہے جس کا ذکر نہیں کیا جاتا۔ "چاند" "مستعار منہ" ہے اور "خوبصورتی" "وجہِ جامع" ہے۔

سوال نمبر2(ج) (iv)

سوال نمبر 3 (صفحہ نمبر 1) "ایک دن نہ معلوم - - - - - - دنیا سے رخصت ہو گیا۔"

اِقتباس کی تشریح :-

سیاق و سباق :

یہ اقتباس "نام دیو مالی" سے لیا گیا ہے۔ اِس میں مصنف نے نام دیو مالی کی محنت کو خراجِ تحسین پیش کیا ہے۔ محنت کرنے والے اور اپنے کام سے لگاؤ رکھنے والے ہمیشہ اللہ کی نظر میں سرخرو ہوتے ہیں۔ نام دیو بھی ایسا ہی شخص تھا جو اپنے کام سے لگاؤ رکھتا تھا اور اپنے کام کو سر انجام دیتے ہوئے ہی جہانِ فانی سے رخصت ہو گیا۔

تشریح :-

اِس اِقتباس میں مصنف نام دیو مالی کے ساتھ ہونے والے حادثے کے بارے میں بتا رہا ہے۔ نام دیو ایک ایسا شخص تھا جو اپنے کام سے بے تحاشا لگن رکھتا تھا اور ہمیشہ اپنا کام محنت اور ایمانداری سے کرتا تھا۔

محنت کرنے والے بازو آگ میں پھول کھلائیں گے
محنت سے سب کنکر پتھر موتی بنتے جائیں گے

نام دیو مالی ہمیشہ اپنے پودوں، پھولوں، پھلوں وغیرہ کی فکر میں لگا رہتا اور ہمیشہ اُن کا خیال رکھتا، کبھی اپنے کام میں

ڈنڈی نہ مارتا۔ ہمیشہ دل لگا کر اور ایمانداری کے ساتھ اپنا کام سرانجام دیتا۔ حدیث پاکؐ میں آتا ہے:

ترجمہ: "محنت کرنے والا اللہ کا دوست ہے۔"

نام دیو مالی ایک دن ایسے ہی اپنے کام میں مصروف تھا کہ اچانک شہد کی مکھیوں کی یورش ہوئی۔ باغ میں موجود تمام مالی بھاگ کر اِدھر اُدھر چھپ گئے۔ مگر نام دیو اُس وقت بھی اپنے کام میں اِتنا مگن تھا کہ اُس کو خبر ہی نہ ہوئی کہ شہد کی مکھیوں کا حملہ ہو رہا ہے۔ مکھیوں کا جھلڑا اُس پر ٹوٹ پڑا اور اس کو اتنا کاٹا کہ وہ ہلاک ہو گیا۔ اُس نے اپنی ذمہ داری پوری کرتے ہوئے اپنی جان دی تو اُسے شہید کہنا غلط نہ ہو گا۔ نام دیو مالی کا کام سے عشق اور محبت آج بھی سب کے لیے مثال ہے۔

ع ہے دنیا کی جنت فقط اُس کے پاس
محنت سے کرتا ہے ہر کام راس

حصہ (سوئم)

سوال نمبر4 (صفحہ نمبر1) "تجھے آبا سے اپنے کوئی نسبت ہو نہیں سکتی
- - - - - - - - - - - -
ثریا سے زمیں پر آسماں نے ہم کو دے مارا"

تشریح :-

یہ اشعار علامہ اِقبال کی نظم "خطاب بہ جوانانِ اسلام" سے لیے گئے ہیں جس میں اقبال نے مسلم نوجوانوں کو اُن کی زمہ داریوں سے آگاہ کیا ہے اور اُن میں غیرت کا جذبہ اُجاگر کرنے کی کوشش کی ہے۔
اِقبال کو شاعرِ مشرق بھی کہا جاتا ہے۔ انھوں نے اپنی شاعری کے ذریعے ملتِ اِسلامیہ کے تنِ مُردہ میں زندگی کی لہر دوڑا دی اور انھیں گراں خوابی سے بیدار کیا۔
پہلے شعر میں شاعر کہتے ہیں کہ اے مسلم نوجوان! تجھے اپنے آبا سے کوئی نسبت نہیں ہے۔ تمہارے آباؤ اجداد حرکت و عمل اور جدوجہد کرنے والے لوگ تھے جب کہ تم صرف باتیں کرنا جانتے ہو۔ تمہاری زندگی محنت اور جستجو سے خالی ہے۔

؎ تھے تو آبا وہ تمہارے ہی مگر تم کیا ہو
ہاتھ پر ہاتھ دھرے منتظرِ فردا ہو

اِقبال مسلمان نوجوانوں کو حرکت و عمل کی طرف لانا چاہتے ہیں تاکہ مسلمان قوم جو آج زوال کا شکار ہو چکی ہے وہ اپنے مقصد کو پہچانے اور محنت اور جدوجہد کے ساتھ اُمتِ مسلمہ کو زوال کے پستیوں سے نکال کر عروج کی بلندیوں تک لے کر جائے اور یہ صرف حرکت و عمل اور مسلسل جدوجہد سے ممکن ہے۔